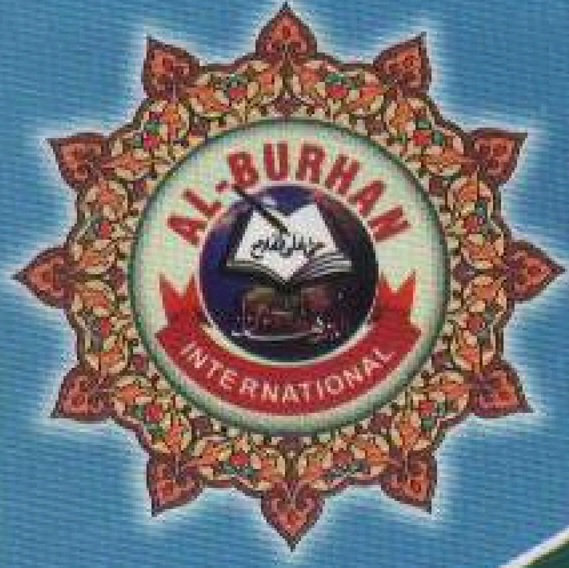
رجسٹریشن نمبر 36-20333 سی پی ایل نمبر FD-107

البرہان فاؤنڈیشن کے زیر ادارت خواتین کیلئے اپنی طرز کا واحد جریدہ



راہنمائے خواتین

جلد نمبر 10 مارچ 2015ء شمارہ نمبر 3

پہلا اسلامی حج

پھرکے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

امام الانبیاء ﷺ کی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے محبت

حضرت سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی نبی پاک ﷺ سے محبت

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

جنت کے نظارے

مجھے شفا کیسے ملی

بچوں کی اسلامی تربیت کا نتیجہ

مکاتیب الفردوس سے

مثالی عورت

ضروری مسائل

Reg. No.20333-36

البرہان انٹرنیشنل کے زیر ادارت خواتین کیلئے اپنی طرز کا واحد جریدہ

ماہنامہ

راہنمائے خواتین فیصل آباد

جلد نمبر 10: مارچ 2015ء: شمارہ نمبر 3

زیر سرپرستی

فقیہ عصر بقیۃ السلف حضرت قبلہ مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

زیر قیادت

صاحبزادہ الحافظ محمد زاہد سلطانی الصدیقی البکری

خانقاہ فتحیہ کوٹلی آزاد کشمیر

قیمت فی شمارہ 35 روپے

زرِ تعاون

علاوہ ڈاک خرچ سالانہ 360 روپے

آئینہ ترتیب

خط و کتابت کا پتہ

آفس ماہنامہ راہنمائے خواتین 57-C ماڈل ٹاؤن فیصل آباد

041-2639940

حبیب بینک جناح کالونی برانچ اکاؤنٹ نمبر A/C 09037900113203

پبلشر محمد افضل سعید نے صبح نور پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر 57-C ماڈل ٹاؤن فیصل آباد سے شائع کیا

تفسیر القرآن

ضیاء القرآن: پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے رہے انھیں کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں نہیں بدلتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

(یونس:63-64)

تشریح:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں یہ مژدہ حضور ﷺ اپنی زبان برحق سے دیا کرتے تھے جس طرح متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ نے صراحۃً جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ چنانچہ فرمایا:

یعنی ان دس حضرات کے نام لے کر فرمایا کہ یہ جنتی ہیں یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر مژدہ سنایا۔

(ابوداؤد)

اے ابو بکر تم میری اُمت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے یا حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا:

یہ دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ بے شمار صحیح احادیث ہیں جن میں حضور ﷺ نے کثیر التعداد صحابہ کے نام لے لے کر خوشخبریاں دیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے بعد یہ خوشخبری کبھی عالم بیداری میں بذریعہ کشف اور حالت خواب میں بذریعہ رؤیا صالحہ دی جاتی ہیں۔

چنانچہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے اس آیت کے متعلق حضور ﷺ سے دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

یہ سچا خواب ہے جو کوئی شخص خود دیکھتا ہے یا اس کے متعلق کسی اور کو دکھایا جاتا ہے۔ یا فرشتے آتے ہیں اور بالمشافہ ان کو ان بشارتوں سے شادکام کرتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادنیٰ غلاموں کو ان کے نیک انجام اور مراتب عالیہ پر فائز ہونے کی خوشخبریوں سے خورسند کیا جاتا ہے اور انھیں اپنے مستقبل کے بارے میں مطمئن کر کے ہر خوف وحزن سے پاک کر دیا جاتا ہے تو یہ کہنا کتنی بڑی جسارت بلکہ گستاخی ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کو نعوذ باللہ اپنے انجام کی خبر نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نور ایمان سے محروم نہ کردے ورنہ حضرت انسان باپں جبہ و دستار برسرمنبر لوگوں کے سامنے اس قسم کی ہرزہ سرائی کرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

☆☆☆☆☆

ہدیہ عقیدت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کلام امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

(۲) رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

(۳) بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہیں غریب کو
روئیں جو اب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں

(۴) یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

(۵) دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے ان تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

(۶) جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز وہ اٹھائے کیوں

مفہوم اشعار وخلاصہ تشریح:

(۱)...... کچے اور مجازی عشق میں مبتلا ہو کر ہم کیوں گلی گلی ذلیل ہوتے پھریں اللہ تعالیٰ ہمارے دل کو اگر عقل عطا کر دے تو حبیب خدا کی گلی میں ایسا ڈیرہ لگائیں کہ پھر وہاں سے جنازہ ہی اٹھے تو اٹھے ورنہ وہاں سے ہلنے نہ پائیں۔

(۲)...... قافلہ کی مدینہ منورہ سے روانگی کا شور وغل ہماری سکون کی نیند میں خلل انداز کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ ہم تو کوچہ محبوب میں ان کے سایہ کرم کی پناہ لے کر چین کی نیند سو رہے ہیں اور در حبیب پہ ہی زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

(۳)...... ہمارے آقا و مولیٰ تو غریب پرور اور بندہ نواز ہیں اگر ہم اپنی شومئی قسمت کی وجہ سے ساری زندگی مدینہ شریف میں نہیں رہ سکے اور مدینہ چھوڑ کر واپس آ کر بے سکونی کی زندگی گزار رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم حضور علیہ السلام پر بوجھ بنے ہوئے تھے اور انہوں نے ہمیں وہاں سے نکال دیا ہے

(۴)...... اے ہمارے پیارے آقا! اپنی اُمت کو یاد کر کے جو آپ رویا کرتے تھے اور اس کی بخشش کیلئے اللہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اس یادگاری اُمت کی قسم! ہمیں آپ کو یاد کرتے رہنا چاہئے وصال کی خوشی میں چاہے فراق کی تڑپ میں اسی میں سکون ہے اگر کوئی اس کو قید سمجھتا ہے تو ہمیں یہ قید ہی اچھی ہم کسی سے اس قید سے آزادی کی بھیک نہیں مانگیں گے۔ جب کہ آپ کی یاد سے غافل ہو جانا ظلم سے کم نہیں کہ اُمتی ہو کر اپنے نبی سے غافل ہو جائے۔

(۵)...... حضور علیہ السلام کا جود وسخا اور فضل وعطا دیکھ کر منگتے اس طرح آپ کی بارگاہ اقدس میں جمع ہو گئے ہیں کہ ایسے لگتا ہے جیسے انہوں نے یہاں چھاؤنیاں ہی بنا لی ہیں کہ قیامت بھی آ جائے تو یہاں سے اُٹھنے کا نام نہیں لیں گے۔

(باقی صفحہ 30 پر)

اُم المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

قسط نمبر 1

تحریر: علامہ ماجد علی کمالی

خاندانی عظمت و شرافت:

عظیم خاتون اُم المومنین حضرت حفصہ بنت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ان صفحات میں ذکر خیر ہوگا۔

قریش حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل کعبہ کی عمارت کی تجدید کررہے تھے اور قریش کی بھلائیوں کی ابتداء تھی اس طرح کہ ان کی آواز نبی کریم ﷺ کی رائے سے ایک ہوگئی جب آپ ﷺ نے ان کے اس اختلاف کو ٹھنڈا کیا جو حجر اسود کو اس جگہ پر رکھنے کے معاملے میں پیدا ہوا تھا۔

انہی مبارک ایام میں اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی اور فضیلت ان کے لئے تمام اطراف سے جمع کردی گئی اور شروع ہی سے برکت ان کے ساتھ رہی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد کسی تعارف کے محتاج نہیں ان کی عظیم فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے وزیر اور اہل جنت کے چراغ ہیں اور بہت مہکنے والی خوشبو سے انہیں اتنا ہی کافی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ:

''جب تم چاہو تمہاری مجلس مہکنے لگے تو مجلس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرو۔''

ان کی والدہ حضرت زینب بنت مظعون بن حبیب ہیں جو جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ مہاجرین کے ایک سردار، متقین اولیاء اللہ میں سے ایک ہیں جو نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں فوت ہوئے اور ان کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی اور سب سے پہلے جنت البقیع میں مدفون ہوئے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے تقویٰ اور نیکی کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے دی آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ عبداللہ رات کو بہت کم سوتے ہیں اور اس کی گواہی نے انہیں متقین کی صف میں شامل کردیا۔

ان کے چچا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو متقی سردار مجاہد اور شہید ہیں جن کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''یہ مجھ سے پہلے اسلام لائے اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے'' اور یہ بھی فرمایا کہ جب بھی بادصبا چلتی ہے مجھے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

ان کی پھوپھی حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا ہیں جو ایمان کے آنگن میں پہلے داخل ہونے والی خواتین میں سے ہیں۔ اپنے شوہر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کے ساتھ ایمان لائیں۔

پاکیزہ پرورش:

اس یکتا جماعت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پرورش ہوئی۔ جب مکہ نور اسلام سے چمکا تو ان کے والد بھی سابقین اولین کے قافلے میں شامل ہوگئے اور ایمان حاصل کرلیا ان کے اسلام

لانے سے فرشتے تک خوش ہوئے ان کا اسلام قبول کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لئے شہادتیں ادا کرنے کے ساتھ ہی برکت کا پیغام ثابت ہوا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نشو ونما معرفت کی محبت پر ہوئی اور یہ علم وادب کے چشموں سے حسب استطاعت سیراب ہوئیں حتیٰ کہ قریشی خواتین میں فصیح شمار کی جانے لگیں اور انہوں نے لکھنا حضرت شفاء بنت عبداللہ العدویہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا۔

جب یہ جوان ہوئیں اور نسوانیت کامل ہوئی تو ان کا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس السھمی رضی اللہ عنہ سے ہو گیا جو سابقین اولین میں سے ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِارقم منتقل ہونے سے قبل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہو گئے تھے۔(طبقات ابن سعد)

صبر کرنے والی مہاجر خاتون:

جب مسلمانوں پر قریش کے مظالم بڑھ گئے تو حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بھی حبشہ ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر گئے اور پھر مکہ لوٹے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مدینے ہجرت کی یہ حضرت رفاعہ بن عبداللہ المنذر رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔ اس طرح خنیس رضی اللہ عنہ دو ہجرتوں والے صحابی ہیں۔

جب غزوۂ بدر ہوا تو قبیلہ بنوسہم کے افراد میں سے صرف حضرت خنیس رضی اللہ عنہ غزوۂ میں شریک ہوئے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے والے مجاہدین شہسواروں میں سے تھے اور بےجگری سے لڑے اور ان کے جسم میں شدید زخم آئے لیکن یہ زخمی ہونے کے باوجود آخر دم تک لڑے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔ جب مسلمان مدینہ لوٹے تو حضرت خنیس رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا عین جوانی میں بیوہ ہو گئیں اور انہیں اپنے شوہر کی وفات کا شدید رنج ہوا جس کے آثار ان کے چہرے کے حسن پر دیکھے جا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے صبر اور ایمان کے ساتھ اس غم کو برداشت کیا اور ان کے والدان کے پاس آتے اور ان کے غم اور الم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتے اور اپنی محبت اور شفقت سے ان کی رعایت کرتے اور انہیں اپنے احساس فراست اور شعور سے اندازہ ہو چلا تھا کہ یہ بیٹی بڑی شان والی قرار پائے گی۔

(جاری ہے............)

نعت کے شعر میں ایک مصرعے کی وجہ دوسرا مصرعہ پڑھنے کا حکم

سوال: ایک شخص نے کسی محفل میں اعلیٰ حضرت کی مناجات بھول کر اس طرح پڑھیں: ؎

یا الٰہی! نامہ اعمال جب کھلنے لگیں
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

حالانکہ شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح تھا کہ:

ع عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

آیا اس میں کوئی گناہ کا ارتکاب تو نہیں ہوا جب کہ یہ شعر بھول کر پڑھا گیا تھا۔ (محمد عقیل عطاری، ایف۔بی ایریا کراچی)

جواب: اس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا اور نہ ہی معنی میں کوئی ایسی تبدیلی واقع ہوئی ہے، جس سے شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یا شان الوہیت جل وعلا میں اہانت کا دور کا بھی کوئی شائبہ پیدا ہوتا ہو۔ جو مصرعہ سہواً نعت خواں سے رہ گیا اور اس کی جگہ جو دوسرا مصرعہ پڑھا گیا ہے، دونوں سے مراد ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے، لہٰذا کوئی بنیادی معنوی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی، کیونکہ اس ساری مناجات کے ہر شعر کے مصرعہ ثانیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات بابرکات مراد ہے۔

نور سرمدی سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت وشفقت

تحریر: محمد فتح اللہ گولن

اسلام کی نظر میں مرد اور عورت کا مقام برابر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول کو عملی طور پر اپنا کر دکھایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں ۔ چونکہ وہ قیامت تک آنے والے اہل بیت کی ماں ہیں، اس لئے وہ ہماری بھی ماں ہیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کے لیے جاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اعزاز کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کے ہاتھ کو پکڑتے ، انہیں اپنے پہلو میں بٹھاتے ، ان کی مزاج پرسی فرماتے ، ان کے حالات پوچھتے اور ان سے محبت کا اظہار فرماتے اور جب وہ جانے کیلئے اٹھتیں تو آپ بھی کھڑے ہو جاتے اور انہیں انتہائی محبت کے ساتھ رخصت فرماتے۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ یہ درست ہے کہ وہ خاتون اپنے بھائی حضرت عکرمہ کی طرح اسلام قبول کر کے نورانی قافلے میں شامل ہو چکی تھیں، لیکن اس شادی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچ سکتی تھی، شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذہن اس طرف نہ گیا ہو کہ اس شادی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذا پہنچے گی، لیکن جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کی اطلاع دی اور اس پر اپنے غم کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر رنج ہوا اور آپ نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا: " بنو ہشام بن مغیرہ نے علی بن ابی طالب کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی ہے میں انہیں اس بات کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا، الا یہ کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی بیٹی سے شادی کرنے کو پسند کرے۔ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو بات اسے ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے اور جس بات سے اسے تکلیف پہنچتی ہے وہ میرے لیے بھی باعث تکلیف ہے۔" سامعین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنا ارادہ فوراً بدل لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ ازدواج برقرار رکھا۔

بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی بہت عزت فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی یہ بات اچھی طرح جانتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جان سے زیادہ چاہتی تھیں۔ درحقیقت یوں لگتا ہے کہ اس نرم دل خاتون کا مقصد حیات یہی تھا کہ وہ تمام اولیاء واصفیاء کے لیے بیج بنیں۔ ان کی ساری توجہ اپنے والد محترم اور ان کی دعوت پر مرکوز تھی۔ جب ان کے والد نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں انہیں بتایا کہ وہ عنقریب دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو وہ زار و قطار رونے لگیں، لیکن جب ان کے والد نے انہیں بتایا کہ وہ سب سے پہلے ان سے آکر ملیں گی تو وہ خوشی و مسرت سے سرشار ہو گئیں۔

ان کے والد ان سے اور وہ اپنے والد سے انتہائی محبت کرتی تھیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس محبت کے ساتھ ساتھ بخوبی جانتے تھے کہ توازن کو کیسے برقرار رکھنا ہے اور اس جہاں تک پہنچانے کے لیے ان کی تربیت کیسے کرنی ہے، جس تک پہنچنے کی ہر روح میں خواہش اور تڑپ ہونی چاہیے، کیونکہ ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ تو وہیں نصیب ہوگا۔ اس دنیا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیٹی صرف پچیس سال اکٹھے رہے، کیونکہ اپنے والد کی وفات کے چھ ماہ بعد صرف پچیس سال کی عمر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تھا۔

بچوں کی اسلامی تربیت کا طریقہ

تحریر: ہمشیرہ محمد صدیق عطاری

سوال: حرابٹ سوال کرتی ہیں کہ بچے کی اسلامی تربیت کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: ایک عورت کو چاہئے کہ اپنے بچے کی صحیح طریقے سے اسلامی تربیت کرے حدیث پاک میں آیا ہے کہ اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر سکھاؤ اور باادب بناؤ، خواتین کو چاہئے کہ جب بچے چھوٹے ہوں تو انہیں کلمہ سکھائیں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ ''اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ ''لاالٰہ الا اللہ'' سکھاؤ۔

☆......ماں کو چاہئے جب بھی اپنے بچے کو دودھ پلائے باوضو پلائے ایک بزرگ کے سامنے کسی نے ان کی تعریف کی تو انہوں نے فرمایا یہ میری ماں کا کمال ہے جس نے مجھے کبھی بے وضو دودھ نہ پلایا۔

☆......بچوں کو شروع ہی سے اسلامی لباس کرتا، پاجامہ پہنایا جائے، کارٹونوں کی تصویروں والے بابا سوٹ نہ پہنائے جائیں۔

☆......اپنے بچوں کو جب وہ بچے تھوڑے سمجھدار ہو جائیں تو ان کو ٹی وی کے آگے بٹھانے کی بجائے پیارے آقا ﷺ سے محبت کے واقعات سنائے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ:

(1)......اپنے نبی کریم ﷺ سے محبت۔

(2)......ان کے اہل بیت واصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت۔

(3)......اور قرآن سے محبت۔

☆......اپنے بچوں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سیرت و محبت کے واقعات سنائے جائیں تاکہ ان کے اندر عبادت کا ذوق اور شجاعت کا شوق پیدا ہو، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے غزوات اس طرح یاد کراتے تھے جس طرح ان کو قرآن کی سورتیں یاد کراتے تھے۔'' امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم، احادیث نبویہ ﷺ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔

☆......اپنے بچوں کو شروع ہی سے بُری اخلاقیات، گالی گلوچ، جھوٹ وغیرہ سے بچایا جائے اور ان کو عذابات سے ڈرایا جائے۔

☆......اپنے بچوں کو بُری صحبت سے بچایا جائے کہ بُری صحبت زہر قاتل ہے۔

☆......ان کو موسیقی گانے باجے سننے کی ممانعت کی جائے کیونکہ یہ چیزیں انسان کے ایمان میں نقصان پیدا کرتی ہیں حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ'' گانا باجا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔''

☆......کسی معاملے میں بھی اپنے بچے کو کفار سے مشابہت نہ کرائی جائے۔ لباس، بالوں کی کٹنگ وغیرہ میں بلکہ ان کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت دلائی جائے اور ان کے دلوں میں پیارے نبی کریم ﷺ کی محبت ڈالی جائے۔

☆......آپ اپنے بچوں کو جب سات سال کے ہو جائیں تو نمازوں کا عادی بنائیں اور اپنے بچوں کو شروع ہی سے بھاری

انگریزی کتابیں دلانے کی بجائے حافظ اور عالم بنائیں اور بچوں کو یہ باور کرایا جائے کہ ہم جو پہچانے جاتے ہیں وہ انگریزی طرز کی وجہ سے نہیں بلکہ پیارے آقا ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے ہماری پہچان ہے۔

☆......بچوں کو جھوٹ بول کر نہ ڈرایا جائے کہ ''بلی آرہی ہے۔''

☆......بچوں کو تنہائی میں کھیلنے سے منع کیا جائے۔

☆......دنیاوی چیزوں کا خوف ان کے دلوں سے نکال دیا جائے بلکہ ان کے اندر شجاعت و بہادری پیدا کی جائے تاکہ وہ اسلام کے اچھے مجاہد بن سکیں اس کے لئے ضروری ہے کہ صالحین کے واقعات سنائیں، اخلاق کو تباہ کرنے والے لٹریچر سے بچایا جائے جھوٹے قصے کہانیاں وغیرہ پڑھنے سے روکا جائے۔

☆......یہ کوشش کی جائے کہ دنیا کی محبت ان کے دلوں میں نہ پائی جائے کہ حدیث پاک میں آیا ہے ''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔''

☆......شروع ہی سے ان کو صدقہ و خیرات کی عادت ڈالی جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ صدقہ و خیرات ان کے ہاتھ سے دلوائے جائیں۔

☆......اپنے بچوں کو بڑے کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت سکھائی جائے۔

☆......مناسب عمر ہو جانے پر جلد ہی اس کا نکاح کر دیا جائے کہ وہ کسی برائی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

☆☆☆☆☆

جنت اور بوڑھی عورت

ایک مرتبہ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی جان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت مجھے جنت میں داخل فرمائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''بے شک کوئی بوڑھی عورت جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگی۔''

آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں چونکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت سادہ خاتون تھیں اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا مفہوم نہ سمجھ سکیں اور رنجیدہ حالت میں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جب جانے لگیں تو آپ ﷺ نے مسکرا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میری پھوپھی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہر صاحب ایمان بوڑھی عورت کو جوان بنا کر جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے بڑھاپے کو جوانی میں تبدیل فرما دے گا۔

درود خاص

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔

ترجمہ: اے ہمارے سردار اور آقا سیدنا محمد ﷺ آپ ﷺ پر اللہ کا درود ہو آپ ﷺ اللہ کے نور میں سے ایک نور ہیں۔

کوئی رنج یا مصیبت آجائے تو صدق دل سے یہ درود پاک بھیجنے سے ہر قسم کی مصیبتیں، تکلیفیں اور رنج و غم ختم ہو جاتے ہیں۔ (خزانہ آخرت)

پہلا اسلامی حج

تحریر: امیر افضل

حضور پاک ﷺ نے جو پہلا عمرہ ادا کیا تھا اس وقت قریش کا مکہ مکرمہ پر قبضہ تھا اور کعبہ میں بت نصب تھے حضور پاک ﷺ نے طواف اپنے طور پر ادا کیا۔ لیکن خانہ کعبہ میں ابھی اسلامی طریق کار رائج نہیں ہو سکتے تھے۔ اس سے اگلے سال فتح مکہ مکرمہ کے وقت ماہ رمضان میں حضور پاک ﷺ خانہ کعبہ تشریف لے آئے۔ آپ لشکر کے کماندار تھے۔ کعبہ اللہ کا گھر ہے اس پر دھاوا بولنا منع ہے۔ یہاں لڑائی حرام ہے۔ حضور پاک ﷺ نے اس وقت فرما دیا تھا کعبہ میرے لیے چند لمحوں کے لیے حلال ہو گیا۔ اس راز کو فتح مکہ کے تحت بیان کیا جا چکا ہے کہ حق اہل حق کو وقت کے ساتھ دیکھنا چاہتا تھا۔ بہرحال اس موقع پر حضور پاک ﷺ نے کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ اللہ کے دربار میں عاجزی کی حجر اسود کو بوسہ دیا۔ طواف کیا لیکن باقی لوگوں کو کچھ نہ کہا کہ وہ کیا کریں۔ اس کے چند ماہ بعد حنین کی جنگ کے بعد آپ ﷺ پھر خانہ کعبہ تشریف لائے اور عمرہ ادا کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ چنانچہ آٹھ ہجری میں حج کے موقع پر حضور پاک ﷺ کے مقرر کردہ گورنر جناب (عتبہ رضی اللہ عنہ) یا عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید وہاں موجود تھے۔ لیکن لوگوں نے حج اپنی مرضی کے مطابق ادا کیا اب وقت آ گیا تھا کہ اسلام کے اس رکن کو بھی اسلامی طرز پر ادا کیا جائے اور قومی وحدت وفکر و وحدت عمل کا مظاہرہ اور وعدہ اللہ کے گھر میں ایک قوم کی صورت سے کیا جائے۔

جناب صدیق رضی اللہ عنہ۔ امیر حج

چنانچہ نو ہجری میں حج سے چند دن پہلے حضور پاک ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تین سو کے دستہ کے ساتھ امیر حج بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا۔ بیس اونٹ قربانی کے اپنی طرف سے دیئے اور پانچ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے لیے اور مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ اب ہر لحاظ سے یہ ایک فوجی کاروائی تھی، کہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ ایک منظم طریقے سے گئے اور مکہ مکرمہ جا کر کچھ احکام نافذ کرنے تھے۔

جناب علی رضی اللہ عنہ۔ مامور کے طور پہ

انہی دنوں سورۃ براۃ کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں اسلامی حج کے طریق کار کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور پاک ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان آیات کے ساتھ بعد میں روانہ کیا، کہ امیر حج تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی رہیں گے لیکن آپ مامور کا کام کریں گے اور خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام میری طرف سے پڑھ کر سنا دیں گے، کہ آئندہ کیا طریق کار ہو گا۔ یعنی حج اسلامی طریقہ پر مسلمانوں کے امیر کی ہدایات کے تحت ہو گا۔ سب بدعتیں ختم کرنا ہوں گی اور مشرک یا کافروں کا داخلہ خانہ کعبہ میں بند کر دیا گیا۔ تفرقہ ڈالنے والے کچھ راویوں اور کچھ مورخین نے اس واقعہ پر خوب حاشیہ آرائی بھی کی ہے۔ کہ حضور پاک ﷺ کی جانشینی کا تفرقہ اسی وجہ سے بڑھا۔ (باقی صفحہ 20 پر)

جواہر اسلام سے

جنت کا نظارہ

تحریر: منور حسین نقشبندی

سورۂ مطففین میں جنت کی کیفیت:

''بے شک نیک لوگ نہایت فرحت اور آرام میں ہوں گے۔ (اور ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے) وہ سونے کے جڑاؤ تختوں پر بیٹھ کر جنت کی بہاروں کے نظارے کریں گے ان کے چہروں پر راحت اور انعام و اکرام کی تروتازگی ہوگی۔ ان کو پینے کے لئے مشکِ خاص کی مہر لگی خالص شراب ملے گی۔ کستوری کی خوشبو میں رچی بسی (جو پینے والے کے دل و دماغ کو بھی معطر کر دے) اس میں تسنیم کی آمیزش کی ہوگی۔ تسنیم جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جس سے مقربین اور خاص بندے پانی پیش کریں گے۔ لیکن اس کا کچھ حصہ نیک بندوں کو بھی ملا کر دیا جائے گا۔'' (پ ۳۰)

سورہ غاشیہ میں جنت کا نظارہ:

''کہ بہت سے چہرے اس دن بہت بارونق اور تروتازہ ہوں گے۔ جو اپنی کمائی کے باعث سرخرو ہوں گے۔ اونچی اونچی جنتوں میں نہایت چین اور آرام سے ہوں گے۔ اس جگہ رنج پہنچانے والی کوئی بات نہیں سنیں گے۔ اس میں ایک چشمہ جاری ہوگا (جس کا پانی برف سے ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا) وہاں پر اونچے اونچے خوبصورت تخت بچھے ہوں گے اور ان تختوں پر ساغر اور آبخورے بڑے قرینے سے سجے ہوں گے۔ اور نفیس گاؤ تکیئے قطار در قطار سجے ہوں گے اور نہایت قیمتی مخملی قالین ہر طرف بچھے ہوں گے۔'' (پ ۳۰)

جنت کی نعمتیں بزبان رسول اکرم ﷺ

ایک سے بڑھ کر ایک نعمت:

رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی صورتیں چودھویں کے چاند کی طرح چمک دار ہوں گی اور یہ صورتیں انبیاء کرام علیہ السلام کی ہوں گی۔ دوسری جماعت کی شکلیں چمکدار ستاروں کی مانند ہوں گے۔ ہر آدمی کے واسطے دو دو بیویاں ہوں گی جن کی آنکھوں کی سفیدی انتہائی سفید اور ان کی پتلی انتہائی سیاہ ہوگی اور آنکھیں نہایت فراخ ہوں گی۔ ہر بیوی کے اوپر ستر حلے ہوں گے۔ ان کی پنڈلیوں کا گوشت نزاکت اور لطافت کی وجہ سے باہر نظر آئے (یہاں ان کی خوبصورتی کا بیان ہو رہا ہے) ہمیشہ صبح و شام یہ بہشتی لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے۔ نہ وہ بیمار ہوں گے، نہ پیشاب و پاخانہ کریں گے، نہ تھوکیں گے اور نہ ناک صاف کرنے کی نوبت آئے گی۔ ان کے برتن چاندی اور سونے کے ہوں گے۔ ان کی انگیٹھیوں کا کوئلہ عود (ایک عمدہ خوشبو) کا ہوگا۔ ان کے پسینہ کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی۔ سب کے سب آپس میں بااخلاق ہوں گے۔ ان کی صورت اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہوگی اور قد آسمان میں ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

جنت میں منہ مانگی چیزیں:

رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جنت میں

ادنیٰ مرتبہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس جنتی سے فرمائیں گے ''جو تیری مراد ہو مانگ'' اب یہ شخص جس قدر اس کی مرادیں ہوں گی وہ سب کچھ ہی مانگ لے گا اس پر اللہ تعالیٰ دوبارہ فرمائیں گے۔ جنتی تیری جو مرادیں تھیں وہ تو نے مانگ لیں؟ وہ عرض کرے گا اے اللہ میں سب کچھ مانگ چکا۔ تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ کہے گا تیرے لئے وہ تمام چیزیں ہیں جس کی تو نے تمنا کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اتنی ہی اور ہماری طرف سے بھی ایک تیرے مانگنے پر اور ایک ہم نے اپنی طرف سے شامل کر کے اس کو دوگنا کر دیا ہے۔ (مسلم شریف)

جنت میں جمعہ بازار:

فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جنت میں ایک بازار لگایا جائے گا اور جنتی لوگ ہر جمعہ کو اس بازار میں آیا کریں گے اور جس وقت یہ لوگ بازار آئیں گے تو شمالی ہوا چل کر ان کے چہروں اور کپڑوں پر قسم قسم کی خوشبوئیں چھڑک دے گی اور اس ہوا کی خاص تاثیر یہ ہوگی کہ اس کے لگنے سے جنتی لوگ زیادہ خوبصورت اور حسین وجمیل ہو جائیں گے اور جب یہ لوگ یہاں سے فارغ ہو کر اپنے اپنے مکانوں میں واپس جائیں گے تو گھر والے تعجب کے ساتھ ان سے کہیں گے کہ آپ تو یہاں سے جا کر پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئے ہیں۔ تو وہ جواب میں کہیں گے خدا کی قسم تمہارا حسن و جمال بھی ہماری غیر حاضری میں پہلے سے زیادہ دلکش ہو گیا ہے۔ گھر والوں کی خوبصورتی کا سبب بھی غالباً وہی ہوگا جس نے مردوں کو خوبصورت بنا دیا تھا۔ (مسلم شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول خدا نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہوگا لیکن اس میں خرید و فروخت نہ ہوگی۔ اس میں مردوں کی مورتیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ پس جب کسی کو کوئی صورت (مورتی) اچھی لگے گی تو جنتی اس میں داخل ہو جائے گا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو صورت بھی اسے پسند ہوگی ویسی صورت اس کی کر دی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

یتیموں پر مال خرچ کرنا

اللہ کریم نے ہمیں ماں باپ، رشتہ دار، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر مال خرچ کرنے کا حکم کئی جگہ دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

(i)......اور جو اپنا مال ہوا سے رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلوں اور غلام آزاد کرانے میں خرچ کیا جائے۔ (پارہ۲، البقرہ۱۷۷)

(ii)......اور یتیموں کی پرورش کرتے رہو حتیٰ کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پس اگر تم ان میں عقل مندی دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور اسے فضول خرچی کے ذریعے نہ اڑاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اپنا مال تم سے لے لیں گے۔ (پارہ۴، النساء۶)

(iii)......یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو احسن ہو یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے۔

(پارہ۸، انعام۱۵۳)

(iv)......جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈالتے ہیں عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ (پارہ۴، نساء۱۰)

(v)......آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تو آپ فرما دیں جو چاہو خرچ کرو لیکن والدین، رشتہ دار، یتیموں اور مساکین اور مسافروں کی بہتری کے لئے خرچ کرو اور جو نیکی تم کرو گے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ (بقرہ۲۱۵)

اسلام کی شہیدۂ اوّل

حضرت سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا

تحریر پروفیسر محمد اکرم رضا گوجرانوالہ

حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اقرار کرنا اور زندگی کے آخری سانس تک اسے عملی طور پر نباہنا بہت مشکل کام ہے۔عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگانا آسان ہے مگر اس پر عملی طور پر مظاہرہ کرنا آگ اور خون کے سمندر سے گزرنے کے مترادف ہے۔ آج کا دور تو آج کا دور ٹھہرا جب آج سے چودہ صدیاں قبل محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تھا تو وہی لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امین، صادق اعلیٰ ترین کردار کا پیکر کہتے نہیں تھکتے تھے۔ یک بیک آپ کے دشمن ہو گئے۔جس زبان سے نکلنے والے الفاظ کو وہ سچائی اور صداقت کی میزان سمجھتے تھے اسی زبان اقدس سے نکلنے والے الفاظ ان کیلئے ناقابلِ برداشت ہو گئے۔مٹی اور پتھر کے سینکڑوں اصنام نے اُن کی عقلوں پر جہالت،تعصب اور باطل شناسی کی مہر لگا دی تھی۔ وہ اندر سے محسوس کرتے تھے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق وصداقت کے الفاظ کے علاوہ کچھ اور ادا کر ہی نہیں سکتی مگر اپنا قبائلی وقار، انا پسندی اور بتوں کے ساتھ ان کی دیرینہ وفاداری انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمہ حق کو قبول کرنے سے روک رہے تھے۔ اب اُن کے پاس ایک ہی حربہ تھا کہ امن وسلامتی کے علمبردار اور اُس کے چاہنے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جائیں۔ خدا کی توحید وسربلندی کا نعرہ لگانے والے پر زندگی گزارنی محال کر دی جائے۔کفر وشرک کے اندھیروں میں آفتاب نور روشن کرنے والے پر زندگی حرام کو قبول کر رہے ہیں اُن پر زندگی کی ایک ایک سانس دشوار کر دی جائے۔

ہمارا سلام شوق پہنچے اُن فرزندانِ عزیمت کو جنہوں نے ہر مشکل گھڑی میں حامیٔ بے کساں،معینِ عاصیاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ اسلام تھام لیا خدا کی وحدانیت اور رسالت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقرار کر لیا تو پھر ان کے قدم راہِ استقامت میں کبھی ڈولنے نہ پائے۔وہ اس حقیقت کی تفسیر بن چکے تھے۔

قدم آگے کو اُٹھے ہیں وہ واپس پھر نہیں سکتے
بلندی عشقِ احمد ﷺ کی ملی ہے گر نہیں سکتے

اسلام قبول کرنے والے ''السابقون الاوّلون'' میں جہاں حضرت صدیق اکبر، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عثمان، حضرت عمر فاروق اعظم (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جیسے سربلند نفوس اور عظیم شخصیات کے اسمائے گرامی سامنے آتے ہیں وہاں ایک ایسے گھرانے کا تصور بھی اُبھرتا ہے جو تین افراد پر مشتمل تھا۔حضرت یاسر، حضرت سمیہ اور حضرت عمار بن یاسر۔ یہ گھرانہ بھی اوّلین مسلمانوں میں سے تھا۔ کفار جہاں دوسرے مسلمانوں کو ستاتے تھے ایذائیں دیتے، وہاں

ان کے قبیلوں سے کئی مرتبہ خائف بھی ہو جاتے تھے کہ کہیں ان کی خاندانی حمیت جوش میں نہ آ جائے اور وہ ہم سے بدلہ لینے پر نہ تل جائیں۔ اس لئے اُن سے کبھی بھی نرمی اور درگزر بھی کرلیا کرتے مگر یہ مختصر سا گھرانہ تو انتہائی غریب افراد کا تھا اس لئے ابوجہل جیسے سفاک اور اس کے دوسرے ساتھیوں کا غصہ اس خاندان پر نکلتا۔ خوب خوب ستاتے جاتے، بلکہ اُن کے ساتھ جو مظالم روا رکھے گئے اُن کا تصور کر کے قلبِ ہستی کپکپا اُٹھتا ہے۔ بوڑھے حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، عمر رسیدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُن کے جوان بیٹے ظلم و تشدد کی بھینٹ چڑھے ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے چاہنے والوں کی پریشان حالی پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ سب کے محرم راز تھے، سب کے دلوں میں بستے، اس لئے سب کی خبر رکھتے تھے۔ ان تک یہ بات پہنچی کہ حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی گئی ہے۔

اسی زمانے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بنومخزوم کے محلے سے گزرے تو آپ نے دیکھا کہ کفار قریش نے ایک ضعیف العمر خاتون کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹا رکھا ہے اور پاس کھڑے ہو کر قہقہے لگا رہے ہیں۔ ساتھ ہی اس خاتون سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں۔ ''محمد کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھو۔''

مظلوم خاتون کی بے بسی دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا ''صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے۔''

راہ حق میں ظلم سہنے والی یہ خاتون جن کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین فرمائی اور جنت کی بشارت دی۔ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خباط تھیں۔

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنتِ خباط کا شمار نہایت بلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ انہوں نے راہِ حق میں اپنے ضعف اور کبرسنی کے باوجود زہرہ گداز مظالم جھیلے، یہاں تک کہ اپنی جان بھی اسی راہ میں قربان کر دی اور اسلام کی سب سے پہلی شہید ہونے کا مہتم بالشان شرف حاصل کیا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کون تھیں۔ حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون تھے کہاں کے رہنے والے تھے، کس طور مکہ معظّمہ میں آئے اور کس طور سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اسلام نے انہیں اس درجہ متاثر کر دیا تھا کہ وہ ہر ستم کو سہنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ یہ اسلامی مساوات تھی جس نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی طرح حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی یہ احساس دلایا تھا کہ فقط اسلام ہی وہ ضابطہ حیات ہے جس کے دامن میں پناہ لے کر وہ مقتدر انسانوں کی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ ہمیں آگاہ کرتا ہے۔

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آباؤ اجداد میں صرف ان کے باپ ''خباط'' کا نام معلوم ہے۔ ان کا وطن اور خاندان کون سا تھا اور وہ کب اور کیسے مکہ پہنچیں؟ کتب سیر ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں دیتیں۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایام جاہلیت میں مکہ کے ایک رئیس ابوحذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ یہ بعثتِ نبوی سے تقریباً پینتالیس سال پہلے کا ذکر ہے۔ اسی زمانے میں یمن سے ایک قحطانی النسل شخص یاسر بن عامر اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش کرتے ہوئے مکہ میں وارد ہوئے اور یہیں

مستقل اقامت اختیار کر کے ابو حذیفہ بن المغیرہ کے حلیف بن گئے۔اس نے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت یاسر بن عامر سے کردی۔اُن کی صلب سے حضرت سمیہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن اور جوانی کی منزلیں طے کررہے تھے۔قیاس یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کا یہ سارا دور حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سمیہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے گزرا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ترین شخصیت اور اعلیٰ سیرت و کردار کا نہایت گہرا اثر قبول کیا۔ کیونکہ بعثت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق کا آغاز فرمایا تو اس سارے خاندان نے کسی تامل کے بغیر اس پر لبیک کہا۔اس وقت ابو حذیفہ مخزومی کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے ورثاء کی غلامی میں تھیں۔ یہ اہل حق کیلئے بڑا پر آشوب زمانہ تھا۔مکہ کا جو شخص اسلام قبول کرتا،مشرکین قریش کے غیظ و غضب اور لرزہ خیز جور و تشدد کا نشانہ بن جاتا مشرکین اس معاملے میں اپنے قریب ترین عزیزوں کا بھی لحاظ نہیں کرتے تھے۔حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے لڑکے غریب الوطن تھے اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بھی ابھی بنو مخزوم نے آزاد نہیں کیا تھا۔ان بے چاروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے میں مشرکین کو کوئی چیز مانع نہیں تھی۔انہوں نے اس بے کس خاندان پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں بہت ضعیف اور کبیر السن تھے مگر اُن کی قوت ایمانی اور استقامت کا یہ عالم تھا کہ مشرکین ان کو طرح طرح کی دردناک تکلیفیں دیتے تھے اور شرک پر مجبور کرتے تھے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد دعوت حق کا آغاز فرمایا تو وہی قریش مکہ جن کی زبانیں آپ کو امین امین کہتے نہیں تھکتی تھیں وہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے بن گئے بلکہ جو شخص بھی دعوت حق پر لبیک کہتا اُس پر بے تحاشا ظلم وستم ڈھانا شروع کر دیتے تھے۔اس میں مرد یا عورت کی کوئی تخصیص نہ تھی۔

لیکن ان کے قدم جادہ حق سے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ ڈگمگاتے تھے۔ یہی حال ان مظلوموں کا بھی تھا۔ان مظلوموں کو لوہے کی زرہیں پہنا کر مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لٹانا اور اُن کی پشت کو آگ کے انگاروں سے داغنا اور پانی میں غوطے دینا کفار کا روز کا معمول بن گیا تھا۔ایک مرتبہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام سے گزرے جہاں ان مظلوموں کو عذاب دیا جارہا تھا۔آپ کو اس پر سخت دکھ ہوا اور آپ نے فرمایا: صبر کرو اے آلِ یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔‘‘

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح آشکارا ہو چکا تھا کہ اس خاندان پر ڈھائے جانے والے مظالم کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے کئی غلاموں کو آزاد کرا چکے تھے۔ ہوسکتا ہے مسلمان مالی طور پر اس وقت کمزور ہوں کہ ان چاروں کو آزادی نہ دلا سکتے ہوں یا پھر ابوجہل اور اس کے شقی القلب رفقاء نے اسے اپنی انا اور جاہلی عزت کا مسئلہ بنا لیا ہو کہ ہم نے ہر صورت غریب، بوڑھے، لاچار اور کمزور ماں باپ اور ان کے جواں بیٹوں کی زندگیوں سے کھیل کر ان کی لاشوں کو مسلمانوں کیلئے مقام عبرت بنانا ہے۔اس لئے وہ کسی قیمت پر بھی آل یاسر کو آزاد کرنے پر تیار نہ ہوتے ہوں۔ ورنہ رحمت بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو

جس کو جہاں بھی ظلم وتشدد کی چکی میں پستا دیکھا، خود کوشش کی یا صحابہ کے تعاون سے انہیں آزادی دلانے میں کامیاب رہے۔ یہاں معاملہ زیادہ ہی سخت تھا۔ مظلوم بھی انتہائی غریب و مفلس اور کمزور تھے اور ظالم و جابر بھی اپنے جبر وستم کی آخری حدوں کو آزما رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں دیکھے بغیر بھی نہیں رہ سکتے تھے اس لئے ہر بار انہیں صبر کی تلقین کرتے اور جنت کا مژدہ سناتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بچوں کو مبتلائے مصیبت دیکھا تو آپ نے فرمایا ''صبر کرو'' الٰہی آل یاسر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمادے اور تو نے ان کی مغفرت کر ہی دی۔'' بوڑھے یاسر رضی اللہ عنہ یہ ظلم سہتے سہتے ایک دن جاں بحق ہو گئے مشرکین کو پھر بھی اس خاندان پر رحم نہ آیا اور انہوں نے حضرت سمیہ اور ان کے بچوں پر ظلم کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

اسی طرح ظلم کرنے اور ظلم سہنے کا عمل جاری رہا۔ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ابوجہل ظلم وتشدد اور وحشیانہ سفا کی کو آخری منزل تک پہنچانے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے ظلم وستم کا ہر حربہ آزما کر دیکھ لیا تھا کہ یہ نحیف ونزار غلام بوڑھے بھی اسلام کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اسے حیرت تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کون سا نشہ پلا دیا ہے کہ ان کو اپنی جان کی معمولی سی پرواہ بھی نہیں ہے اور یوں لگتا ہے کہ موت ان کے لئے موت نہیں بلکہ حقیقی زندگی کا پیام ہے۔

ایک دن حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دن بھر سختیاں سہنے کے بعد شام کو گھر آئیں تو ابوجہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اپنا برچھا حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کھینچ مارا۔ اوہ اسی وقت زمین پر گر گئیں اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل نے تیر مار کر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا کو بھی شہید کر دیا۔ اب صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تھے۔ ان کو اپنی والدہ کی مرگ بے کسی پر سخت صدمہ ہوا روتے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ سنا کر عرض کی:

یارسول اللہ! اب تو ظلم کی انتہاء ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا:

''اے اللہ! آل یاسر کو دوزخ سے بچا''

حضرت عمار رضی اللہ عنہ تو بیٹے تھے اس لئے ان کو والدہ کی مظلومانہ شہادت کبھی نہیں بھول سکتی تھی لیکن سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ابوجہل کی شقاوت اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی مرگ بے کسی یاد رہی چنانچہ بدر (رمضان المبارک ۲ھ) میں ابوجہل جہنم واصل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہاری والدہ کے قاتل کو قتل کر دیا۔

وہ وقت بھی کتنا عبرت آفریں تھا جب حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ کا قاتل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر تشدد کا ہر حربہ آزمانے والا ابوجہل خود کو موت کے بے رحم جبڑوں میں جا رہا تھا۔ یہی ابوجہل تھا جس نے نجانے کتنے حق پرستوں کی زندگیوں کا چراغ گل کیا تھا اور آج میدان بدر میں ایک ہزار مسلح کفار کو لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے جانفروشوں کی زندگیوں کے چراغ گل کرنے کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تلا ہوا تھا۔

اسلام اور کفر کی زبردست معرکہ آرائی کے بعد حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے مکہ کے اس فرعون کو شدید زخمی کر کے بے دست و پا کر کے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اب وہ اپنے بہتے ہوئے خون میں ڈوب کر اپنے وجود کی سانسوں کو ختم ہوتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اتنے میں حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو جہل کی ہلاکت کا مژدہ سنایا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا جس نے ظلم و تکبر کے پیکر کو موت کی تلخیاں چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس دوران میں صحابہ رسول فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کمزور جثے کے مالک تھے ابو جہل کی زرہ اور سامان جنگ بطور مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے اس کے قریب پہنچے۔ اس کی تلوار اٹھائی اور اسی کے سینے پر چڑھ بیٹھے موت کے منہ میں جانے والے اس شیطان نے پھر بھی اکڑ کر کہا۔

''او چرواہے تجھے پتہ ہے تو کس کے سینے پر بیٹھا ہے''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''او ظالم اپنا انجام دیکھ تو ذلت و رسوائی کی موت مر رہا ہے۔ اسلام سرخرو ہو چکا اور محمد رسول اللہ فاتح ہیں''۔

یہ سنتے ہی آخری دردناک کراہ ابو جہل کے سینے سے نکلی اور کہا:

''میرا سر میرے گلے سے رگڑ کر کاٹنا تاکہ جب سوروں کی گنتی ہو تو مکے کے سردار کا سر سب سے بلند ہو''۔

کہ جس کو دیکھنے والے کہیں سردار کا سر ہے
بڑے ہی گردن افراز وسپہ سالار کا سر ہے

بو جہل مٹ چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر کو دیکھا جن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اپنے ماں باپ یاد آ رہے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آن کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

''اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل کا بدلہ لے لیا ہے''۔

حضرت سمیہ کی شہادت ہجرت نبوی سے کئی برس قبل ہوئی تھی اس لئے تمام مورخین اسلام نے انہیں اسلام کی اولین شہیدہ قرار دیا ہے۔

بچے کا جھلسا ہوا جسم آب دہن مبارک لگانے سے اسی وقت ٹھیک ہوگیا

حضرت محمد بن حاطب اپنی والدہ ماجدہ ام جمیل رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ نے بتایا کہ ہم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے ملک حبشہ گئے پھر وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو میں نے وہاں کھانا پکایا ہنڈیا چولہے پر ابل رہی تھی اور ایندھن کم ہو گیا میں لکڑیاں لینے گئی تو تُو نے جبکہ تو بچہ ہی تھا تو نے ہنڈیا کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا تو ہنڈیا الٹ کر تیرے اوپر گر گئی اور تیرا جسم جھلس گیا اور تیرا بازو الگ ہو گیا میں واپس آئی تو تیری حالت دیکھ کر تجھے فوراً اُٹھایا اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئی سرکار ﷺ نے اس بازو پر آب دہن مبارک لگا کر تیرے جسم کے ساتھ جوڑ دیا تو اسی وقت بالکل تندرست اور ٹھیک ہو گیا۔ میں اُٹھی تو بالکل ٹھیک تھا۔

(زرقانی علی المواہب، حجۃ اللہ علے العالمین، خصائص کبریٰ)

مثالی عورت

تحریر: ڈاکٹر محمد علی ہاشمی صاحب

سکون وراحت کا خوشگوار ماحول پیدا کرتی ہے

ایک مومنہ اپنے شوہر کے لئے فقط اپنے آپ کو حسین وجمیل بنا کر پیش نہیں کرتی اور نہ صرف اس کی مصروفیات اور فارغ اوقات میں شرکت کرتی ہے بلکہ وہ پورے گھر میں امن وسکون کا ماحول پیدا کر دیتی ہے۔ایک صاف ستھرا گھر، بلند ذوقی اور ترتیب کا مظہر، نرم مزاج اور با ادب بچے اور وقت پر لذیذ کھانے کا اہتمام اس کے شوہر کے سامنے اس کی سلیقہ مندی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ایک ہوشیار خاتون وہ سب کچھ کرتی ہے جو اپنے علم اور بلند ذوقی کے مطابق کرسکتی ہے۔ ایک مسلمان بیوی کی صفات حسنہ میں یہ باتیں داخل ہیں جن کی اسلام نے اس کو وصیت کی ہے۔

ایک مسلمان عورت اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی کہ ازدواجی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایک بیوی کو شوہر کے لئے سکون کا سبب اور محبت ورحمت کا ذریعہ بنایا ہے:

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تا کہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔'' (الروم:21)

نکاح ایک مضبوط معاہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ دوروحوں کے درمیان استوار کر دیتا ہے، تا کہ وہ امن وسکون، طمانیت قلب، استقرار اور حلال جسمانی لذت سے بہرہ ور ہوں۔ بیوی شوہر کے لئے امن وراحت اور سکون قلب کا ذریعہ ہے اور اس کی ازدواجی زندگی میں رحمت والفت اور خلاص ومحبت کو بھر دینے والی ہستی ہے۔ ایک ہدایت یافتہ مسلمہ اس اعلیٰ مفہوم کو سمجھتی ہے اور اس کو مبارک، خوشگوار اور فرحت بخش حقیقت میں بدل دیتی ہے۔

خطائیں معاف کرنے والی ہوتی ہے

ایک مومنہ شوہر کی خطاؤں سے صرف نظر کرتی ہے اور اس کو انگیز کرتی اور معاف کر دیتی ہے۔ وہ اس کی کوتاہیوں کو اپنی یاداشت میں محفوظ نہیں رکھتی اور وقت بے وقت اس کا ذکر نہیں کرتی۔عفو ودرگزر اور نظر انداز کر دینے کی صفت سے زیادہ بہتر صفت کوئی اور نہیں ہوسکتی جو ایک شوہر کے دل کو بیوی کی محبت کے لئے کشادہ کر دیتی ہو اور ان مذموم صفات میں سے جو دل کے دروازے کو بند کر دیتی ہیں ایک صفت شوہر کی خطاؤں کو یاد رکھنا، ان کو شمار کرنا اور ان کو یاد دلاتے رہنا ہے۔مسلمان عورت تو بس اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس ہدایت پر عمل کرتی ہے:

''اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے۔(النور:22)

اس طرح کی بیوی درحقیقت شوہر کے دل کی ملکہ ہوتی ہے جو شوہر کے دل کو خوشیوں اور مسرتوں سے بھر دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆

عورتوں پر شفقت و رحمت

پروفیسر نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام سے پہلے یہ صنفِ نازک قعرِ مذلت میں گری ہوئی اور مردوں کے استبداد کا تختہ مشق بنی ہوئی تھی۔ عرب میں ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے تو ان کے تحت میں دس عورتیں تھیں۔ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو وراثت میں پاتا۔ وہ خود اس سے شادی کر لیتا یا اپنے بھائی یا قریبی کو شادی کے لیے دے دیتا، ورنہ نکاح ثانی سے منع کرتا۔

ہندوستان میں کثرت ازدواج اور نیوگ کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ شوہر مر جاتا تو بیوہ نکاح ثانی نہ کر سکتی تھی، بلکہ اسے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ وہ شوہر کی چتا میں زندہ جل کر بھسم ہو جاتی اور ستی کا پوتر لقب حاصل کرتی۔ طرفہ یہ کہ ایسا حکم صرف عورتوں ہی کے لیے تھا، شوہر عورت کی چتا میں نہ جلتا۔

بعض ملکوں مثلاً تبت میں کثرت ازدواج کا عکس پایا جاتا تھا۔ اگر عورت ایک مرد سے شادی کرتی تو وہ اس مرد کے دوسرے بھائیوں کی بھی زوجہ سمجھی جاتی تھی۔ مجوسیوں کے ہاں بیٹی اور ماں سے بھی نکاح جائز سمجھا جاتا تھا۔

مسیحی بیاض تعلیم میں عورت کی عزت واحترام کا کوئی پتا نہیں چلتا۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کو اے عورت کہتے ہیں۔ (یوحنا باب۔ آیہ 26)

اور ستم دیکھئے۔ شوہر عنین ہو، خصّی ہو، مجبوب ہو، مجنون ہو یا سزا یافتہ حبس دوام ہو۔ ان حالات میں انجیل مقدس نے عورت کی خلاصی کی کوئی صورت نہیں بتائی، مگر یہ کہ زنا جیسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے۔ (متی باب۔ آیہ 32 باب 19، آیہ 9)

جزیرہ پاپوا (نیوگنی) کے قدیم باشندوں کے حالات جو اب معلوم کیئے گئے ہیں، ان سے پایا جاتا ہے" ان میں شوہر کو اپنی عورت پر پورا اختیار حاصل تھا، وہ اپنے شوہر کا مال تھی کیونکہ خاوند اس کے لیے ایک رقم ادا کرتا تھا۔ بعض حالات میں شوہر اس کو قتل کر سکتا تھا۔ (نیلسن کی انسائیکلوپیڈیا۔ تحت لفظ women)

دنیا کے کسی مذہب میں والدین یا شوہر کے ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا اور اب تک بھی اسلام کے سوا کسی مذہب نے عورت کو ترکہ میں کسی کا حقدار نہیں ٹھہرایا۔

آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے اس ذلیل و مظلوم گروہ کی وہ حق رسی ہوئی کہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کو عزت و احترام کے دربار میں مردوں کے برابر جگہ دی، اور مذکورہ بالا مفاسد کا انسداد فرما دیا۔

اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اسلام نے اسے بصورت ضرورت چار تک محدود کر دیا۔ اور چار کو بھی شرطِ عدل پر معلق رکھا۔ بصورت فقدان عدل صرف ایک پر مقصور کر دیا۔ مرد عورت پر حاکم ہے، اس لئے رعیت کا تعدد ایک حد تک جائز رکھا گیا۔ مگر حاکم کا تعدد جائز نہیں ہو سکتا، اس لئے ایک عورت کے متعدد شوہر نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: اور نہ مار ڈالو اپنے آپ کو۔

(پارہ 5، سورہ النساء، آیت نمبر 29)

عشق رسول ﷺ سے

حضرت سیّدہ اُمِّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

تحریر نواز رومانی

جس گھر میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدوم میمنت لزوم لے جاتے اس کی قسمت پر عرش وفرش رشک کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے گھروں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ جب اپنے محبوب آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتی تھیں تو ان کا غنچۂ دل موج بہاراں سے کھل اٹھتا تھا۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ ہوتی تھی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما کر اٹھتے تو محبّ صادقہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیں پسینے اور ٹوٹے ہوئے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کر کے رکھ لیتی تھیں اور اس کو جان و دل سے عزیز رکھتی تھیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آرام فرما رہے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جبیں مبارک سے پسینہ پونچھ رہی ہیں۔ فرمایا!

''اُم سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یہ کیا کر رہی ہو؟''

بولیں۔

''برکت حاصل کر رہی ہوں۔''

ایک دن رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس محسوس ہوئی فرمایا۔

''ام سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پانی لاؤ۔''

سامنے مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ وہ اس میں سے پانی انڈیلنے لگیں تو ارشاد فرمایا۔

''اسے ہی لے آؤ''

وہ مشکیزہ لے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دہانہ اپنے منہ مبارک سے لگایا اور پانی پیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔

ایک دن آپ گھر پر تشریف رکھتی تھیں کہ اسی اثنا میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور کہا۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہیں کچھ کھانا بھیج دو۔''

سنا تو تڑپ اٹھیں سب کام کاج چھوڑ کر اپنے محبوب آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کرنے لگیں۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو آپ نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیں کہ بارگاہ نبوت میں پیش کر دیں۔

اس وقت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مع چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما تھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

''تم کو ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھیجا ہے۔''

عرض کیا:

''جی ہاں''

فرمایا۔

''کھانے کے لیئے۔''

عرض کی۔

''جی''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بمع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔

انہوں نے بڑی محبت سے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور ساری روٹیاں اور سالن لا کر سامنے رکھ دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر تھے ان کے گیسو بڑھے رہتے تھے۔ ایک روز انہوں نے ارادہ کیا کہ ان کو کاٹ ڈالیں تو ان کی والدہ ماجدہ تڑپ اٹھیں۔ بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان بالوں کو مت کاٹنا۔ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پکڑا کرتے تھے۔

فراغت حج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام منیٰ میں موئے مبارک ترشوائے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔

''حجام سے ان بالوں کو مانگ لو۔''

اور پھر برکت کی غرض سے ان کو ایک شیشی میں بند کر کے رکھ لیا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے مشکبار تھی۔ یہاں تک دم آخر آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت فرمائی۔

'' میرے محبوب آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک جو میں شیشی میں بھر کر رکھا کرتی تھی کفن میں خوط کے ساتھ عرق مبارک بھی شامل کر دینا۔''

اور پھر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

بقیہ: پہلا اسلامی حج

لیکن ہم ایسی فضول بحثوں سے کنارہ کش ہوتے ہیں، کہ ہم ظاہر لکھ رہے ہیں اور باطن کے پہلو کو سمجھنا اس عاجز کے بس کا روگ نہیں اور ہمارا مقصد فوجی تجزیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس دن سے آج تک خانہ کعبہ میں وہی طریقہ حج رائج ہے اور مسلمان قوم کی وحدت فکر اور وحدت عمل کا سال میں ایک دفعہ ایک عظیم الشان مظاہرہ ہوتا ہے اور ہمیں ایک مرکز کے ماتحت رہنے کی تلقین بھی ہے۔ اسلام کے اولین زمانوں میں اس اجتماع میں کئی قومی معاملات وہاں سلجھائے جاتے تھے۔ میل ملاپ، رابطہ ایک دوسرے کے پرسان حالی کا یہ عظیم طریقہ ہے۔ دنیا کے کونے کونے سے مسلمان ایک دوسرے کے احوال سے باخبر ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ تفرقے یا غلامی کے زمانے میں بھی اس فریضہ نے ہمیں متحد رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اب پچھلے چند سالوں میں تو پھر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ اسلامی وحدت کے مرکزوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ حج کی عبادت قومی یک جہتی کا یک ستون ہے، جس پر جہاد کی تیاری کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اگر حج کے موقعہ پر بھی اُمت واحدہ کے تصور کو اجاگر نہ کیا جائے تو اسلام بھی دین کی بجائے صرف مذہب ہی کہلائے گا۔

عورت کیلئے سب سے ضروری

انتخاب: سیف اللہ

شریعت کے چھوڑ دینے سے حیا اور غیرت رخصت ہوجاتی ہے:

مگر اب تو شہروں میں یہ حالت ہے کہ میں نے ایک عورت کی عاشقانہ غزل پیر کی شان میں چھپی ہوئی دیکھی تھی۔ خدا جانے وہ پیر بھی کیسے تھے کہ جنہوں نے اس کو گوارا کیا۔ واقعی شریعت کے چھوڑنے سے حیاء اور غیرت بھی بالکل جاتی رہتی ہے۔ میں نے بعض جگہ یہ دستور دیکھا ہے کہ عورتیں پیروں سے پردہ نہیں کرتیں ان کے سامنے آتی ہیں اور غضب یہ کہ بعض دفعہ تنہائی میں بھی ان کے پاس آتی جاتی ہیں کہ کوئی محرم بھی اس جگہ نہیں ہوتا۔ یہ کس قدر حیاء سوز طریقہ ہے۔

پیر سے بھی شدید پردہ ہے:

بیبیو! پیر سے فقط دین کی تعلیم حاصل کرو۔ اس کے سوا خدمت وغیرہ کچھ نہ کرو نہ اس کے سامنے آؤ۔ نہ خط وکتابت کرو بلکہ جو کچھ لکھوانا ہو اپنے مرد سے کہہ دو کہ وہ خود لکھ دے اور اگر کبھی مجبوری کی حالت میں تم کو خود ہی خط لکھنا پڑے تو اس میں اس بات کا ضرور لحاظ رکھو کہ خط لکھ کر اپنے شوہر یا بھائی یا بیٹے کو دکھلایا کرو اور پتہ کا لفافہ مرد ہی سے لکھوایا کرو۔ اس میں کوئی زیادتی نہ ہوگی اور نہ مردوں کو اس طرح خط وکتابت گراں ہوگی اور اگر اس میں بھی ان کے دل پر کچھ گرانی دیکھو تو خود ہرگز خط نہ لکھو بلکہ مرد ہی سے لکھوا دیا کرو۔ مگر ان باتوں کی آج کل مطلق پرواہ نہیں۔ بلکہ یہاں تک بے حیائی ہے کہ ایک عورت نے پیر کی شان میں عاشقانہ غزل لکھی جس میں خط وخال اور فراق ووصال تک کا حال لکھا تھا اور وہ ایک پرچہ میں شائع ہوئی۔ پرچہ میرے پاس آتا تھا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو مجھے سخت غصہ آیا اور اس پرچے کا اپنے نام پر آنا بند کر دیا۔

دین کی تعلیم سے عورتوں میں سلیقہ آئے گا:

سو اس کا علاج یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو دین کی کتابیں پڑھاؤ۔ اس سے ان کو سلیقہ اور تمیز بھی بقدر ضرورت آجاتی ہے بلکہ سکول کی تعلیم پانے والیوں سے زیادہ ان میں تہذیب آجاتی ہے۔ کیونکہ دین کی تعلیم سے اخلاق درست ہوجاتے ہیں اور خدا کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے۔

شوہر کے حقوق پر اطلاع ہوتی ہے۔ باقی یہ ہرگز امید نہ رکھو کہ وہ بالکل تم جیسی ہوجائیں۔ کیونکہ ان میں جو خلقی کجی ہے وہ زائل نہیں ہوسکتی۔۔ تو مرد کو اتنا سخت مزاج نہ ہونا چاہئے کہ عورت کہ ذرا ذرا سی بدتمیزی پر غصہ کیا کرے۔ سو بعض دفعہ تو یہ وجہ ہوتی ہے کہ مرد کی تند مزاجی کی۔ یہ تو ایسی وجوہ ہیں جن میں کچھ عورت کے اختیار کو بھی دخل ہے۔

☆☆☆☆☆

مزدوروں کے حقوق

تحریر: منور حسین نقشبندی

کسی سے معاوضہ کے عوض کام کروانا مزدوری اور کام کرنے والا مزدور کہلاتا ہے۔ ان میں کچھ عام مزدوری کرتے ہیں اور کچھ مخصوص یعنی ہنرمندی جیسے سنار، ترکھان، راج، درزی وغیرہ۔ آج کل کے دور میں بے شمار ہنر ہیں اور لاتعداد انسان روزانہ انہی کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ ماہانہ اُجرت پر ہوتے ہیں اور کچھ روزانہ اُجرت پر کچھ لوگ ٹھیکہ پر کام کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسلام نے مزدور کے جو حقوق بتائے ہیں ان کا بھی ذکر کیا جائے۔ یہ اللہ کے نبیوں کی سنت بھی ہے۔

مثلاً حضرت آدم علیہ السلام زمین کاشت کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی تھے، حضرت ادریس علیہ السلام درزی کا کام کرتے تھے، حضرت داوٗد علیہ السلام زرہ ساز تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چرواہے کا کام کیا ہے۔ خود ہمارے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بکریاں چرائی ہیں اور ان کی اُجرت لی ہے۔

مزدور کے بارے فرامین رسول ﷺ

(1)...... بیشک اللہ تعالیٰ صنعت وحرفت کے ذریعے روزی کمانے والے کو دوست رکھتا ہے۔ (طبرانی)

(2)...... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مزدور سے پہلے اجرت طے کیے بغیر کام نہ لیا جائے۔ (بیہقی)

(3)...... رسول کریم ﷺ نے فرمایا تین اشخاص سے روز قیامت اللہ تعالیٰ جھگڑے گا ایک جو میرے نام پر وعدہ کر کے عہد شکنی کرے دوسرا وہ جو کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے اور تیسرا وہ جو کسی سے مزدوری کروائے، کام بھی پورا لے لیکن اس کا معاوضہ نہ دے۔ (بخاری شریف)

(4)...... رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی روزی دے دیا کرو۔ (ابن ماجہ)

(5)...... آپ ﷺ نے ایک صحابی کے ہاتھ پر گھٹیاں پڑی دیکھیں تو فرمایا یہ وہ ہاتھ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پیارا ہے۔

درود فراخی رزق

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

ایک شخص نے فقر وفاقہ اور تنگی معاش کی شکایت حضور نبی کریم ﷺ سے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب گھر میں داخل ہو تو السلام علیکم کہو چاہے گھر میں کوئی موجود ہو یا نہ ہو۔ پھر مجھ پر درود وسلام عرض کرو۔ پھر ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھو۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ اس کا رزق کشادہ ہو گیا۔

پانچواں مہینہ

جمادی الاولیٰ

انتخاب: طالب حسین

اسلامی پانچویں مہینہ کا نام جمادی الاولیٰ ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اس کے نام رکھنے کے وقت ایسا موسم تھا کہ جس میں پانی جم جاتا تھا۔ اس مہینہ کی آٹھویں تاریخ کو مولا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے تھے اور اسی ماہ کی پندرہویں تاریخ کو واقعہ جمل پیش آیا تھا۔ (عجائب المخلوقات ص ۴۵)

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت پاک کے مختصر حالات

نام، نسب، خاندان:

آپ کا نام مبارک علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابوالحسن اور ابوالتراب کنیت۔ حیدر، شیر لقب۔ والد کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔

علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

چونکہ ابو طالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ اس لئے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نجیب الطرفین ہاشمی اور محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ سیدنا حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوطالب مکہ مکرمہ کے نہایت ذی اثر بزرگ تھے۔ سیدالعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کی آغوش شفقت میں پرورش پائی تھی اور بعثت کے بعد انہی کے زیرحمایت مکہ معظّمہ کے کفرستان میں دعوت حق کا اعلان کیا تھا۔ ابو طالب اگر چہ خود ایمان نہیں لائے تھے مگر ہر موقع پر آپ کے لئے سینہ سپر رہے۔ اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے پنجہ ظلم سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے بھی حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس یتیم معصوم کی ماں کی طرح شفقت ومحبت سے پرورش کی۔

مستند روایات کے مطابق وہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں جب ان کا انتقال ہوا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وبارک وسلم نے کفن میں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک کیا۔ لوگوں نے اس عنایت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد میں سب سے زیادہ اس نیک سیرت خاتون کا ممنون احسان ہوں۔

(نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۷۱)

ولادت پاک:

سیدنا حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے شکم میں تھے

زمانہ جاہلیت کا تھا میں ہبل بت کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرتی تو میرا بچہ میرے پیٹ میں پیچ و تاب کھانے لگتا جس کی وجہ سے میں بت کو سجدہ نہ کر سکتی۔ (سیرت حلبی ج ا ص ۳۰۳)

آپ کی ولادت پاک کعبہ شریف میں ہوئی اس میں اختلاف ہے کہ کون سا مہینہ تھا بعض حضرات نے رجب کا مہینہ بیان کیا ہے۔ (نزہتہ المجالس ج ا ص ۱۷۱)

اور بعض نے جمادی الاولی کا ذکر کیا ہے۔

(عجائب المجالس ج ۲ ص ۴۵)

ولادت کے بعد سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے گئے اور آپ کا نام حضور اقدس نے خود علی رکھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اپنا لعاب دہن مبارک ان کے منہ میں ڈالا اور پھر اپنی مبارک زبان ان کو چٹاتے رہے یہاں تک کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو گئے۔

آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ولادت کے دوسرے روز آپ کے دودھ پلانے کے لئے ایک دائی مقرر کی مگر نومولود بچے (علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) نے دایہ کی طرف کوئی التفات نہ کی۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جو لطف اور شیرینی اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لعاب دہن میں آتی تھی بھلا اس دائی کے دودھ میں کہاں تھی۔

چنانچہ رحمۃ اللعالمین سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو گھر میں بلایا گیا آپ نے اپنی زبان مبارک چٹانی شروع کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیر ہو کر سو گے اور کافی عرصہ یہی معمول رہا۔ (سیرت حلبی جلد اول ص ۳۰۳)

جمادی الاولیٰ کے نفل:

اس مہینہ کی پہلی تاریخ کی رات میں چار رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ قل ھو اللّٰہ احد پڑھے۔

تو اللہ تعالیٰ نوے ہزار سال کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھنے کا حکم دیتا ہے اور نوے ہزار سال کی برائیاں اس کے نامہ اعمال سے دور کرتا ہے۔

(جواہر غیبی)



فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

"جس نے کسی ناجائز معاملے میں اپنی قوم کی مدد کی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کنویں میں گر رہا ہو اور اسکی دم پکڑ کر لٹک جائے تو خود بھی اس میں جا گرے۔"

اس حدیث میں اسلامی اخوت کی بربادی اور اسلامی معاشرے کی تباہی کا ایک بڑا سبب بیان کیا گیا ہے۔ حدیث شریف کے مطابق معاشرے میں کسی ناجائز معاملے میں مدد کرنے والے کے بارے میں ایک وعید سنائی گئی ہے۔ ہمارے معاشرے میں ہر طرف ناجائز کاموں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ہر کوئی دوسرے شخص کی ناجائز معاملے میں مدد کرتا ہے۔ حق دار اپنے حق سے محروم رہ جاتا ہے۔ اس حدیث کے مطابق ہمیں اپنے معاشرے میں ایسے گناہ کو دور کرنا چاہیئے اس طرح حق دار اپنا حق حاصل کر سکے گا۔

تفہیم المسائل سے......

میت کے گھر ضیافت کا اہتمام

از مفتی منیب الرحمٰن

سوال: بعض مقامات پر دیکھنے میں آیا ہے کہ جس گھر میں میت ہوتی ہے تدفین کے بعد چند روز تک رشتے دار و احباب ان کے ہاں قیام یا آمد و رفت کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں، اہل میت کو خواستہ یا نخواستہ ان کے لئے کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ مزے سے کھاتے رہتے ہیں اور یہ امر اہل میت کے لئے مصیبت کا باعث بن جاتا ہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(سید ظہیر الاسلام قادری، نارتھ ناظم آباد، کراچی)

جواب: ابن ماجہ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں ''ہم اہل میت کے گھر جمع ہونے اور کھانے کے اہتمام کو نوحہ خوانی کی طرح (ممنوع فعل) سمجھتے تھے۔'' صاحب اعلاء السنن نے علامہ سندھی کے حوالے سے اس روایت کے تحت لکھا ہے کہ اس ''روایت'' کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع تھا یا اس روایت کا درجہ ''حدیث تقریری'' کا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے ''اہل میت کے ہاں ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے اور یہ بدعت قبیحہ ہے کیونکہ ضیافت خوشی کے مواقع پر کی جاتی ہے نہ کہ رنج کے مواقع پر۔

ایصال ثواب کی حقیقت

سوال: میں نے ایک پمفلٹ میں پڑھا کہ ایصال ثواب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے اور انہوں نے اس کی وضاحت میں قرآن کی آیت کا ترجمہ لکھا تھا کہ ہر شخص اپنے اعمال لے کر جائے گا اور صرف وہی اس کے کام آئیں گے۔ اس میں لکھا تھا کہ قرآن پڑھ کر ثواب مردوں کو بخشنا غلط ہے؟ (محمد عرفان المانی، پاکستان چوک، کراچی)

جواب: ''ایصال ثواب'' سے مراد اپنے کسی مالی صدقے یا نفلی عبادت کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچانا ہے، یہ ایک جائز اور مستحسن امر ہے اور ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے۔ قرآن کی متعدد آیات مبارکہ اور احادیث کریمہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے، اعمال صالحہ نجات کا وسیلہ ضرور ہیں، لیکن نجات حقیقی کا انحصار اللہ کے کرم و عنایت پر ہے، کون سا عمل مقبول ہے اور کون سا مردود؟ یہ بھی اسی کے کرم پر منحصر ہے، حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص جنت میں نہیں داخل ہوگا، مگر اس ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ بھی نہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی مغفرت کے سائے میں لے لے۔'' سید المرسلین ﷺ کی مغفرت کلی قطعی کی نوید قرآن نے دی ہے بلکہ آپ ﷺ تو گناہگاران اُمت کے لئے وسیلہ شفاعت و مغفرت ہیں، اس کے باوجود حضور ﷺ کا یہ فرمانا تعلیم اُمت، کمال عبدیت کے اظہار اور جلالت باری تعالیٰ کے اقرار کے لئے۔ قرآن کی تلاوت کر کے اس کا ثواب مردوں کو پہنچایا جا سکتا ہے اور پڑھنے والے کو بھی پورا ثواب ملے گا۔

سوئم، دسواں اور چالیسواں

سوال: اسلام میں سوئم، دسویں اور چہلم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (بشریٰ جعفری، نارتھ ناظم آباد، کراچی)

جواب: اہل سنت کے ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق ایصال ثواب جائز ہے۔ یعنی کسی مالی صدقے، نفلی عبادت یا عمل خیر کا ثواب کسی دوسرے مسلمان کو پہنچانا۔ خواہ وہ زندہ ہو یا انتقال ہو چکا ہو۔ اس سلسلے میں بکثرت آیات و احادیث موجودہ ہیں۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ موجود نہ تھے۔ انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں غائب تھا اور میری والدہ فوت ہو گئیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو فائدہ پہنچے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' انہوں نے کہا کہ ''میں آپ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔'' قرآن میں والدین کے لئے، جملہ اہل ایمان کے لئے دعا کی ترغیبات واحکام، نماز جنازہ میں میت کے لئے دعائے مغفرت اسی لئے ہے کہ ایک مومن کے عمل خیر کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے۔ سوئم یا چہلم دراصل یہی ایصال ثواب ہے۔ خواہ فقراء کو کھانا کھلایا جائے یا قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کیا جائے۔ یا میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کسی مسجد یا دارالعلوم میں صدقہ جاریہ کے طور پر دیا جائے، یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔ تیسرے یا چالیسویں دن کا تعین سہولت کے لئے ہوتا ہے، یہ ہرگز ضروری نہیں ہیں۔ ان سے پہلے یا بعد میں بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔ جیسے ہم آسانی کے لئے شادی وغیرہ کی تقریبات کے دن مقرر کرتے ہیں۔ دینی مجالس، مدارس کے جلسوں یا ختم بخاری وغیرہ کے لئے دن مقرر کرتے ہیں۔ یہ صرف سہولت کے لئے ہے البتہ سوئم یا چہلم کی یہ صورت مناسب نہیں ہے کہ امراء آ کر دعوت طعام سے لطف اندوز ہو کر چلے جائیں اور فقراء کو سرے سے نظرانداز کر دیا جائے، زیادہ بہتر یہ ہے کہ صرف فقراء و مساکین کو ایصال ثواب کی نیت سے دیا جائے۔

کیا شوہر اپنی بیوی کی میت کو غسل دے سکتا ہے؟

سوال: ایک اخبار میں ایک مفتی صاحب کا یہ فتویٰ شائع ہوا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کی میت کو کوئی محرم نہ ہونے کی صورت میں غسل دے سکتا ہے۔ کیا از روئے فقہ حنفی یہ مسئلہ درست ہے؟ اور عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو غسل دیا تھا۔ کیا صحیح روایت سے یہ بات ثابت ہے؟ (کامران قریشی، خداداد کالونی، کراچی)

جواب: اگر کسی خاتون کا انتقال ہو جائے اور کوئی عورت اسے غسل دینے کے لئے دستیاب نہ ہو تو اس کا محرم اسے تیمّم کرائے، یعنی بامر مجبوری غسل ساقط ہو جائے گا۔ واضح رہے محرم کسی عورت کے اس مرد قرابت دار کو کہتے ہیں جس کے ساتھ از روئے شرع اس کا نکاح دائمی طور پر حرام ہو جیسے باپ۔ بیٹا، دادا، پوتا، چچا، ماموں، بھتیجا، بھانجا وغیرہ۔ اور اسی طرح وہ مرد قرابت دار جو رضاعت اور مصاہرت کے رشتے سے محرم بنتے ہیں۔ اگر مرحومہ عورت کا کوئی محرم دستیاب نہ ہو تو اجنبی شخص ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اسے تیمّم کرائے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھے۔ مذکورہ بالا مجبوری کی صورت میں شوہر بھی اپنی بیوی کو تیمّم کرا سکتا ہے، البتہ اس پر اجنبی شخص کی طرح نگاہیں نیچی رکھنے کی پابندی نہیں ہے۔

(فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 160، فتاوی شامی جلد 1، صفحہ 575)

محترم مفتی صاحب نے اخبار مذکور میں یہ مسئلہ غلط لکھا ہے ''کہ شوہر اپنی مرحومہ بیوی کی میت کو غسل بھی دے سکتا ہے اگر محرم موجود نہ ہو۔'' غالباً مفتی صاحب نے توجہ نہیں فرمائی یا ان سے تسامح ہوا ہے۔ اُمید ہے کہ وہ اپنے بیان کردہ مسئلے پر نظر ثانی فرما کر اسی اخبار میں تصحیح نامہ شائع کرائیں گے تا کہ لوگوں کو صحیح مسئلہ معلوم ہو جائے۔ اگر بیوی زندگی کی آخری سانس تک شوہر کے نکاح صحیح میں تھی یا شوہر نے طلاق رجعی دے دی تھی لیکن عدت کے اندر اس کا انتقال ہوا ہو۔ بعض لوگوں میں جو مشہور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ اس کے بارے میں امام احمد رضا خان قادری نے لکھا ہے کہ یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد 4 صفحہ 9)

مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بہار شریعت جلد 4، صفحہ 123 پر یہی مسئلہ درج کیا ہے جو ہم نے تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نظریہ محبت وعشق

تحریر: نواز رومانی صاحب

حضرت سیدنا خداش رضی اللہ عنہ:

جس چیز کو محبوب کا ہاتھ لگ جائے تو وہ قیمتی اور نادر ہو جاتی ہے اور محبّ کے لئے وہ بیش بہا سرمایہ ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا خداش رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب آقا و مولا ﷺ سے ایک پیالہ مانگ لیا جس میں آپ ﷺ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ اسے آپ رضی اللہ عنہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا خداش رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے۔ ''وہ پیالہ لے آؤ تاکہ ہم اسے آب زمزم سے بھرلیں۔'' حضرت خداش رضی اللہ عنہ وہ پیالہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دے دیا کرتے تھے اور وہ اس میں آب زمزم سے بھر کر پیا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ:

محبّ کا دل محبوب کی قربت سے نہیں بھرتا اور وہ لمحہ بھر کیلئے بھی اس سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا۔ اس کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ زندگی بھر محبوب کے قدموں میں پڑا رہے اور محبّ کیلئے حقیقتاً زندگی کا یہی ماحصل ہے۔ حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے محبوب آقا ﷺ سے محبت کی بنا پر دربار نبوی ﷺ میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ علی الصبح بستر خواب سے اُٹھ کر سیدھے آنحضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں آجاتے تھے۔ بعض اوقات اتنا سویرا ہوتا کہ سحری حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کھاتے۔ آپ ﷺ ان کو اپنے حجرہ شریف میں بلا لیتے تھے۔

حضرت سیدنا زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ:

وہ محبّ خود کو بے حد خوش طالع سمجھتا ہے جس کی زندگی کے آخری لمحات اس کے محبوب کے قدموں کے بوسے پر اختتام پذیر ہوں۔ غزوہ احد میں جب مہر رسالت ﷺ کو ہجوم کفار نے گھیر لیا تو اس وقت سید المحبوبین ﷺ نے پکارا۔ ''کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ حضرت سیدنا زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ زخموں سے چور چور ہوکر دم توڑ رہے تھے۔ رحمت مجسم ﷺ نے حکم دیا۔

''زیاد کا لاشہ میرے قریب لاؤ۔''

لوگ اٹھا کر لائے۔ ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی کہ حضرت سیدنا زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ اپنے محبوب آقا و مولا ﷺ کے قدموں پر رکھ دیا۔ آخری بوسہ دیا اور اسی حالت میں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

حضرت سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ:

محبوب جو نام بھی محبّ کا رکھ دیتا ہے تو پھر وہی اسے سب سے زیادہ عزیز و پیارا لگنے لگتا ہے اور وہ اسی نام سے خود کو پکارا جانا پسند کرتا ہے۔ حضرت سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ اپنے محبوب آقا ﷺ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ ایک شخص جو تھک گیا تھا اس نے اپنا سامان بھی ان کے کندھے پر رکھ دیا۔ یہ پہلے ہی بہت زیادہ سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے دیکھا تو مزاح کے طور پر فرمایا۔ ''تم تو سفینہ ہو'' یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ لوگ اصل نام بھی بھول گئے۔ اگر کوئی پوچھتا۔ ''تمہارا اصل نام کیا ہے۔'' تو نہ بتاتے کے سفینہ ان کے آقا و مولا ﷺ کا عطا کردہ ہے۔ اور کہتے ''اس نام کو ہرگز کبھی نہ بدلوں گا۔'' لاریب محبوب کی پسند ہوتی ہے۔ یہی تو محبت ہے۔

یتامیٰ ومساکین وبیوگان پر شفقت ورحمت

تحریر: پروفیسر نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

یتیموں اور غریبوں پر آپ کی بڑی شفقت تھی۔ چنانچہ یتیم کی خبر گیری کرنے والے کا درجہ بتانے کے لیے آپ نے اپنی انگشت سبابہ ووسطی کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا۔" میں اور یتیم کا متکفل خواہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو بہشت میں یوں ہوں گے۔"

(مشکوٰۃ، بحوالہ صحیح بخاری، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محض رضائے خدا کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اس کے لئے ہر بال کے مقابلہ میں جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے نیکیاں ہیں اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ (جو اس کی کفالت میں ہو) نیکی کرتا ہے۔ میں اور وہ بہشت میں ان دو انگلیوں (آپ نے سبابہ ووسطی کو ملا کر اشارہ فرمایا) کی مانند ہوں گے۔ (مشکوٰۃ، بحوالہ احمد وترمذی۔ باب الشفقۃ)

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے، اس کا علاج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(مشکوٰۃ، بحوالہ احمد۔ باب الشفقۃ)

حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفر طیار) بیان کرتی ہیں کہ جس دن حضرت جعفر (غزوہ موتہ میں) شہید ہوئے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاں قدم رنجہ فرمایا۔ میں اس دن چالیس کھالوں کی دباغت کر چکی تھی اور آٹا پیس کر اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل مل چکی تھی کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ فرمایا: اسماء! جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ میں نے ان کو حاضر خدمت کیا۔ آپ نے ان کو سینہ سے لگا لیا۔ پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید آپ کو جعفر کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے فرمایا۔ ہاں، وہ آج شہید ہو گئے۔ یہ سن کر میں چلانے لگی۔ عورتیں جمع ہو گئیں۔ فرمانے لگے، اسماء! لغو نہ بول اور سینہ نہ پیٹ۔ پھر آپ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے وہ بولیں۔ ہائے چچا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر جیسے پر عورتوں کو رونا چاہیے۔ (طبقات ابن سعد جز ثانی، ص ۱)

بیوگان ومساکین کی خبر گیری کا ثواب آپ نے یوں بیان فرمایا۔ بیوگان ومساکین پر خرچ کرنے والا راہ خدا (جہاد وحج) میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے۔

(مشکوٰۃ، بحوالہ صحیحین، باب الشفقۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی۔

ترجمہ: خدایا! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکین موت دے اور قیامت کے دن غریبوں کے گروہ میں میرا حشر کر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دولتمندوں سے چالیس سال پہلے بہشت میں جائیں گے۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نامراد نہ پھیرنا۔ گو نصف خرما ہی کیوں نہ ہو۔ اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) غریبوں سے محبت رکھ اور ان کو اپنے سے نزدیک کر، خدا تجھے قیامت کے دن اپنے سے نزدیک کرے گا۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو، باب بول الصبیان)

مجھے شفاء کیسے ملی

تحریر: حکیم محمد طارق

نسخہ برائے پتھری:

قلمی شورہ 1 پاؤ، سنگ یہود 1 پاؤ، کوکھار 1 پاؤ، جنگلی خرگوش 1 عدد۔ خرگوش کو صرف ذبح کریں اندر سے ہر چیز نکال لیں اب اس میں سب دوائیں باریک کرکے ڈال دیں اور خرگوش کو سی دیں اب اسے بڑی ڈولی میں بند کرکے گل حکمت کریں اور سوکھنے پر ایک من آگ دیں۔ بعد میں سب نکال کر سفوف بنالیں۔

خوراک: ایک کیپسول صبح وشام

نسخہ برائے بخار ٹائیفائیڈ:

گودنتی 1 پاؤ، مغز کرنجوہ 1 پاؤ، پتے نیم 1 پاؤ۔ نتے گلو 1 پاؤ، اوپلے 20 کلو، مغز کرنجوہ باریک کرکے گودنتی پر لیپ کردیں اوپر پتے کوٹ کر لگا دیں پھر کجی میں ڈال کر گل حکمت کریں پھر اوپلوں کی آگ دے دیں بعد میں گودنتی نکال کر سفوس بنالیں۔

خوراک: ایک کیپسول صبح وشام ہمراہ پانی دیں انشاءاللہ شفا ہوگی۔

نسخہ برائے امساک:

زلف سیاہ 2 ماشہ، سرمہ شاہ 2 ماشہ، کافور 5 ماشہ، ہیرا ہنگ 5 ماشہ، پانی بیری 5 تولہ سولو پانی میں 12 گھنٹے کھرل کریں۔ اس کی ایک سوبیس گولیاں بنالیں۔ دو گولی قبل از جماع دودھ سے استعمال کریں۔ انشاءاللہ مقصد پورا ہوگا۔

روغن شفا:

سردرد، دانت درد، کان درد اور دوسرے دردوں کا مجرب ہے۔ ست اجوائن 1 تولہ، ست پودینہ 1 تولہ، روغن لونگ 1 تولہ، لھئے کبوتر بیٹھ 1 تولہ، فاسفورس 6 ماشہ۔

روغن لونگ شیشی میں ڈال دیں۔ دھوپ میں رکھیں۔ اب اس میں فاسفورس ملا دیں فاسفورس پہلے دن ملا کر پھر تین دن دھوپ میں رکھیں اب ایک دیگچی میں پانچ کلو پانی ڈال کر درمیان میں شیشی لٹکا دیں اب یہ روغن تیار ہے حسب ضرورت استعمال کریں۔

لیکوریا کا نسخہ:

بیروزہ مصفی 5 تولہ، پھٹکڑی سرخ، اوپلے 5 کلو دونوں کو کجی میں ڈال کر گل حکمت کرکے آگ دے دیں بعد میں نکال کر باریک کرلیں۔ خوراک ایک کیپسول صبح وشام ہمراہ پانی لیں۔

دمہ کے لئے نسخہ:

کالی مرچ 15 تولہ، ورقیہ 1 تولہ۔ پانچ تولہ مرچ باریک کرکے کڑاہی میں اوپر نیچے کالی مرچ اور درمیان میں ورقیہ رکھ کر جلائیں۔ اب دوسری مرتبہ پانچ تولہ کالی مرچ باریک کرکے اس ساری دوائی کو جلائیں۔ اسی طرح تیسری مرتبہ کرکے بقیہ مرچ میں جلائیں۔ بعد میں خشک کرکے سفوف بنالیں۔

خوراک: بڑا کیپسول صبح وشام ہمراہ پانی دیں۔ انشاءاللہ شفا یاب ہوجائیں گے۔

نسخہ برائے کھانسی:

خوردا 1 تولہ، سونف 1 تولہ، مصری 1 تولہ سب کو باریک

کر کے خوب مکس کریں۔

خوراک:

5 گرام دن میں تین مرتبہ دیں۔ انشاء اللہ شفا ہوگی۔

پتھری کے لئے:

سنگ یہود ڈیڑھ تولہ، مرچ سیاہ 1 تولہ، سہاگہ 1 تولہ، نوشادر 1 تولہ، قلمی شورہ 2 تولہ۔

قلمی شورہ کو آگ پر کڑاہی میں ڈال دیں اس میں نوشادر باریک کر کے ڈال دیں۔ جب اچھی طرح حل ہو جائیں تو اتار کر باقی دوائیں ملا کر باریک پیس کر کپڑ چھان کریں۔

خوراک: 1 ماشہ سے 2 ماشہ صبح، دوپہر، شام ہمراہ پانی استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ شفا ہوگی۔

ٹائیفائیڈ کے لئے:

ڑتال ورقیہ 1 تولہ، پھٹکری سفید 5 تولہ، آک کا دودھ 5 تولہ ورقیہ کو پھٹکری کے ساتھ کھرل کریں پھر دودھ تھوڑا تھوڑا ڈالتے جائیں۔ جب ٹکی بن جائے تو ڈولی میں ڈال کر گل حکمت کر کے 25 کلو اوپلوں کی آگ دے دیں۔ بعد میں دوائی باریک کر کے محفوظ کرلیں۔

خوراک: 1 ماشہ صبح وشام دیں انشاء اللہ شفا ہوگی۔

اقوال زریں

☆......جو علم کو دنیا کمانے کے لئے حاصل کرتا ہے علم اس کے قلب میں جگہ نہیں پاتا۔ (حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

☆......جب کام زیادہ ہوں تو سب سے پہلے اس کام کو ہاتھ میں لو جو سب سے اہم ہے۔

(حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......والدین کے چہروں پر محبت سے نظر کرنا بھی خدا کی خوشنودی کا موجب ہے۔

(خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......خدا اور انسان کے درمیان ایک ہی حجاب حائل ہے جس کا نام نفس ہے۔ (خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

☆......یقین محکم، اتحاد اور تنظیم کے اصولوں کو اپنا لیجئے۔ آپ دنیا میں معتبر بن جائیں گے۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

بقیہ: نعت شریف

(۲)......آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہماری جان سے بلکہ ہماری ہزار جان اس پہ قربان ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا فرمائے باقی رہا ان کی محبت میں رونا اور آنسو بہانا یہ ایسا درد ہے کہ جس کا ہم علاج کرنا ہی نہیں چاہتے کیونکہ جس کو اس درد میں مزہ آ گیا ہے وہ علاج معالجہ کی ناز برداری سے رہا۔

معلومات کا خزانہ

☆......خواتین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تھا۔

☆۔راہ اسلام میں شہید ہونے والی پہلی صحابیہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

☆......اسلام قبول کرنے والی دوسری صحابیہ اُم فضل رضی اللہ عنہا تھیں۔

☆......انصار خواتین میں سب سے پہلے حضرت کثیہ رضی اللہ عنہا بن رافع نے اسلام قبول کیا تھا

مکاتیب الفردوس سے مکتوبات

درج ذیل مکتوبات شریف ''مکاتیب الفردوس'' سے لئے گئے ہیں جو کہ شیخ المشائخ حضرت قبلہ خواجہ محمد صادق صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ فتحیہ گلہار شریف کوٹلی آزاد جموں وکشمیر کے فرامین پر مشتمل ہیں جو آپ نے احباب کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمائے ہیں۔(ادارہ راہنمائے خواتین)

مکتوب نمبر138

محمد اشرف قریشی صاحب

برمنگھم یو کے

خط کا خلاصہ

اقتصادی اور معاشی بد حالی کی وجہ سے سخت پریشان ہوں۔جسمانی اور روحانی پریشانیوں میں مبتلا ہوں

دربار عالیہ سے جواب

۱۰فروری۱۹۹۲ء

سلام مسنون! آپ کا خط ملا، پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی۔ عالم یاس میں آپ بہت کچھ لکھ گئے ہیں۔ بزرگوں سے ہمیں یہ تعلیم ملی ہے کہ بلا پر صبر کرو، نعمت پر شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی رہو۔

مصائب اور آلام دنیا کی زندگی کا مستقل جزو نہیں ہیں بلکہ یہ بیدار اور ہوشیار کرنے کے لئے ہیں اور انسان کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنا محاسبہ کرے۔کوتاہیوں پر نادم ہو اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ شکایت اس سے کرے جو قاضی الحاجات ہے اور شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔آپ ایسے معاملات اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں اور خود پورے خلوص اور انہاک سے اس کی یاد میں لگ جائیں۔ نماز کی پابندی کریں۔ رہے عامل تو بندہ اس عمل سے واقف ہے نہ اس سے سروکار رکھتا ہے۔ بندہ کے نزدیک اوامر اور نواہی ہی دین کی اصل روح ہیں اور ان کی بجا آوری سکون قلب کا باعث ہے۔

سی وسہ آیات کا ایک نسخہ آپ کو بھیجا جا رہا ہے۔ صبح نماز کے بعد اور رات کو نماز عشاء کے بعد توجہ سے پڑھا کریں اور اپنی حاجات درگاہِ خداوندی میں عجز و انکساری سے پیش کریں۔اس دربار میں یہی سکہ چلتا ہے۔فخر و مباہات کا گذر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام ناگواریوں سے محفوظ رکھے۔ استقامت اور اخلاص شرط ہے۔اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے سنبھال کر رکھیں اور گاہے گاہے پڑھا کریں۔

فقط والسلام

مکتوب نمبر:139

حافظ اللہ دتہ صاحب نقشبندی

دارالعلوم جامعہ معصومیہ رضویہ درجسٹرڈ

اڈہ پیرووال چک نمبر R-80/10 تحصیل وضلع خانیوال

خط کا خلاصہ

مسجد کی تعمیر جاری ہے۔ حجرے اور مسجد شریف کا سامنے کا حصہ

لینٹر تک پہنچ چکا ہے۔ محراب والی دیوار ابھی باقی ہے۔ محراب کیسا بنایا جائے حکم دیا جائے۔

خط کا جواب

۱۱ فروری ۱۹۹۲ء

سلام مسنون! خط ملا، حالات سے آگاہی ہوئی۔ نگاہ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔ ضروری نہیں کہ بندہ کی پسند آپ کی پسند ہو۔ تاہم دو مسجدوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ ایک پاک پتن شریف میں پیر کریاں کی مسجد جس پر چھتری لگی ہے۔ بندہ کو اچھی معلوم ہوئی۔ دوسری بونگہ حیات کی مسجد۔ مستری صاحب کو ہمراہ لے کر جائیں دونوں مساجد کے محرابوں کا جائزہ لیں۔ جونسا پسند فرمائیں اس کی طرز کو اپنائیں۔ اگر مزید وضاحت کی ضرورت پیش آئے تو بذریعہ خط رابطہ قائم کریں۔

فقط والسلام

مکتوب نمبر140:

حافظ محمد عابد، حافظ محمد منیر، حافظ عبدالقیوم، محمد حبیب احمد متعلمین جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کا خط

خط کا خلاصہ

اس مرتبہ ہمیں رمضان المبارک میں چھٹیاں نہیں ہوں گی۔ اس سے قبل ہم تمام ساتھی رمضان شریف میں قرآن سناتے رہے ہیں۔ اس دفعہ ہم نے تیاری تو کی ہوئی ہے۔ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں کلاسز بالکل نہیں ہوں گی کیونکہ تمام طلباء کے لئے اعتکاف لازمی ہے۔ یہاں کوشش کرنے سے چھٹیاں مل سکتی ہیں۔ آپ کے حکم کے منتظر رہیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ (حافظ معصوم صاحب اس سے قبل آپ کو خط لکھ چکے ہیں۔

دربار عالیہ کی طرف سے جواب

۱۵ فروری ۱۹۹۲ء

عزیز حافظ صاحبان متعلّمین ادارہ منہاج القرآن، لاہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا خط پڑھ کر معلوم ہوا کہ آپ کو قرآن پاک سنانے کا از حد شوق ہے۔ مگر ادارہ میں امسال تعطیلات نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو اپنا شوق پورا ہوتا نظر نہ آیا تو آپ نے منطقی استدلال کے ذریعے وہاں سے بھاگ نکلنے کے کئی طریقے خط میں تحریر کئے اور ثابت کیا کہ رمضان المبارک میں پڑھائی نہیں ہوگی اس لئے یہاں رہنا بے سود ہوگا۔ مانا کہ آپ سارے حافظ قرآن ہیں اور قرآن پاک سنانے کا آپ کو بہت شوق ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے اس شوق کو قائم رکھے مگر یہ تو بتایئے آپ اس ادارہ میں قواعد وضوابط کی پابندی کے ساتھ پڑھنے کے لئے بھیجے گئے ہیں یا اپنا شوق پورا کرنے کیلئے۔

اگر ادارہ تعطیلات کے سلسلہ میں بند نہیں ہوتا تو آپ کو تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے اور اپنے مقصد کے حصول کی خاطر ادارہ میں حاضر رہنا چاہئے۔ رہی قرآن مجید سنانے کی بات اگر ادارہ آپ کو کسی جگہ قرآن پاک سنانے کے لئے مقرر کرتا ہے یا کہیں قریب کی مسجد میں آپ کو قرآن پاک سنانے کا موقع ملتا ہے تو فبہا ورنہ ایک دوسرے کو نفلوں میں سنا دیا کریں اور انتظامیہ کے پروگرام کے مطابق اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اگر آخری عشرہ میں دیگر طلباء انتظامیہ کے پروگرام کے مطابق اعتکاف کرتے ہیں تو کیا یہ عمل آپ کو پسند نہیں؟ جب تک آپ اس ادارہ میں زیر تعلیم ہیں آپ کو ہر حال میں ادارہ کے قواعد وضوابط کی پابندی کرنا ہوگی۔

فقط والسلام